جناب ابوسلمان شاہ جہان پوری

مولانا ابوالکلام آزاد کی کتبِ تفسیر

مولانا ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۵ء میں ایک جامع منصوبے کے مطابق قرآن حکیم کی تعلیم و اشاعت کے کام کا آغاز کیا تھا۔ ان کے پیشِ نظر قرآن حکیم کے فہم و مطالعہ کی تین ضرورتیں تھیں اور انہیں تین مختلف کتابوں یعنی مقدمہ تفسیر، تفسیر البیان اور ترجمان القرآن میں منقسم کر دیا تھا۔

تفسیر و ترجمہ کی تالیف و اشاعت کے متعلق پہلا اعلان نومبر ۱۹۱۵ء میں "البلاغ" کے پہلے نمبر میں کیا گیا تھا۔ اس وقت تک ترجمہ پانچ پاروں تک پہنچ تھا، تفسیر سورۂ آلِ عمران تک ہو چکی تھی اور مقدمہ یادداشتوں کی شکل میں قلم بند تھا۔ مولانا کی خواہش تھی کہ ایک سال کے اندر اندر قرآن حکیم کا پورا ترجمہ اور تفسیر کی کم از کم ایک جلد مرتب ہو کر شائع ہو جائے۔ اس لیے ہر سات دن کی مشغولیت میں انہوں نے تین دن "البلاغ" کی ترتیب کے لیے، دو دن ترجمے کی تیاری کے لیے اور دو دن تفسیر کے کام کے لیے مخصوص کر دیے تھے۔ تفسیر و ترجمہ کی تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ چھپائی کا کام بھی شروع ہو گیا تھا۔

۳ مارچ ۱۹۱۶ء کو حکومتِ بنگال نے ڈیفینس آرڈی نینس کے ماتحت مولانا کو حدودِ بنگال سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اس وقت تک تفسیر کے چھ فارم چھپ چکے تھے اور ترجمے کی کتابت شروع ہو رہی تھی۔ مولانا چاہتے تھے کہ ان کی عدم موجودگی میں بھی تفسیر و ترجمہ کی طباعت کا کام جاری رہے اور اس کے لیے انہوں نے انتظام بھی کر دیا تھا لیکن ۸ جولائی ۱۹۱۶ء کو حکومتِ ہند نے ان کی نظر بندی کے احکام جاری کر دیے اس لیے نہ یہ ممکن رہا کہ مولانا باہر کی دنیا سے علاقہ رکھ سکیں اور نہ تفسیر و ترجمہ کی طباعت کا سلسلہ جاری رہنے کی کوئی صورت باقی رہی۔ مجبوراً مولانا کو تصنیف و تسوید کے کام پر قناعت کر لینی پڑی لیکن اس صورتِ حال پر پورے تین ماہ بھی نہ

گزرے تھے کہ حالات نے پھر ایک پلٹا کھایا اور تصنیف و تسوید کے کام میں بھی رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ جولائی میں نظر بندی کے حکم کے ساتھ ہی مولانا کے مکان کی تلاشی لی گئی اور کارکنانِ تفتیش نے دیگر کاغذات کے ساتھ تفسیر و ترجمہ کا مسودہ بھی اپنے قبضے میں کر لیا تھا لیکن جب حکومت نے ان میں کوئی قابلِ اعتراض چیز نہ پائی تو کاغذات دو ہفتے کے بعد واپس کر دیے گئے لیکن مقامی حکومت کی اس کارروائی سے مرکزی حکومت کے ارباب بسط و کشاد مطمئن نہ ہوئے۔ خیال کیا گیا کہ حکومتِ بنگال نے کاغذات کی چھان بین میں کمال توجہ سے کام نہیں لیا اور کاغذات کی واپسی میں جلدی کی۔ چنانچہ مرکزی حکومت نے محکمہ تفتیش کے ایک اعلیٰ افسر سر چارلس کلیولینڈ کو مزید چھان بین کے لیے مقرر کیا۔ یہ شخص پہلے کلکتہ میں دو ہفتے تک مصروف تفتیش رہا۔ پھر رانچی آیا۔ مولانا کی قیام گاہ کی دوبارہ تلاشی لی گئی اور نہ صرف تمام مسودات بلکہ مطبوعات بھی لے لی گئیں۔ ان میں نہ صرف ترجمہ و تفسیر کا مسودہ تھا بلکہ بعض دوسری تصانیف کے بھی مکمل و نامکمل مسودات تھے۔ جس وقت یہ معاملہ پیش آیا ترجمے کا مسودہ آٹھ پاروں تک اور تفسیر کا مسودہ سورہ نسا تک پہنچ چکا تھا لیکن اب اس کا ایک ایک ورق مولانا کے قبضے سے باہر تھا تاہم مولانا نے نویں پارے سے ترجمے کی ترتیب جاری رکھی یہاں تک ۱۹۱۸ء کے اواخر میں ترجمے کے کام سے مولانا فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد مولانا نے مسودات کی واپسی کے لیے حکومت سے خط و کتابت شروع کی اور جب کاغذات کی واپسی کی کوئی امید مستقبل قریب میں بر آتی نظر نہ آئی تو ابتدائی آٹھ پاروں کا ترجمہ چند ماہ کی محنت کے بعد دوبارہ مکمل کر لیا۔ اب قرآن حکیم کا پورا ترجمہ مولانا کے قبضے میں تھا۔

۲۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو مولانا کی نظر بندی ختم ہو گئی۔ اب وہ نہ صرف بیرونی دنیا سے ہر طرح کے تعلقات رکھ سکتے تھے بلکہ نقل و حرکت کے لیے بھی پوری طرح آزاد تھے۔ ترجمے کی طباعت و اشاعت میں اب پہلی جیسی کوئی رکاوٹ موجود نہ تھی۔ لیکن یہ وقت تھا کہ ملک میں عام سیاسی حرکت کا مواد تیار ہو چکا تھا اور الہلال کی دعوت سیاسی کی صدائے بازگشت برعظیم پاک و ہند کے گوشے گوشے سے بلند ہونے لگی تھی اور مولانا کے لیے ممکن نہ تھا کہ وقت کے سیاسی حالات اور ان کے تقاضے سے تغافل کرتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نظر بندی سے رہا ہوتے ہی تحریک لاتعاون کی سرگرمیوں میں مشغول

ہو گئے اور رہائی کے بعد بھی تقریباً ایک سال تک ترجمہ قرآن کی طباعت و اشاعت پر متوجہ نہ ہو سکے لیکن یہ ایسی چیز نہ تھی کہ اہل علم زیادہ دنوں تک اس سے صرف نظر کر لیتے۔ الہلال کا حلقہ قارئین جو اس وقت کا سب سے بڑا علمی اور سیاسی حلقہ تھا، مولانا آزاد کے قلم سے ترجمہ و تفسیر کی علمی و فکری حیثیت اور مسلمانوں کی تعلیم و اصلاح میں قرآن حکیم کی اہمیت سے آشنا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں اس نے ملک کے ہر گوشے سے ترجمان القرآن کی اشاعت کے لیے تقاضے شروع کیے تو مولانا ان کے تقاضوں اور ان کے اصرار کی اہمیت کو نظر انداز نہ کر سکے اور کتابت شروع کرا دی۔ نومبر ۱۹۲۱ء میں متن کی کتابت مکمل ہو گئی اور ترجمے کی کتابت شروع ہوئی۔ اس دوران میں ۱۰ دسمبر کو مولانا کی گرفتاری اور قید و بند کا مرحلہ پیش آگیا۔ اس مرتبہ بھی انہوں نے انتظام کر دیا تھا کہ ان کی عدم موجودگی میں کام جاری رہے اور کتاب شائع ہو جائے لیکن وقت کا فیصلہ اب بھی ان کے خلاف تھا۔

گرفتاری کے بعد مولانا کے خلاف مقدمہ چلانے کے لیے حکومت کو کافی سواد کی ضرورت ہوئی تو تیسری بار ان کے مکان اور پریس کی تلاشی لی گئی اور قلمی مسودات کا پورا ذخیرہ حکومت نے اپنے قبضے میں کر لیا حتیٰ کہ ترجمان القرآن کی لکھی ہوئی تمام کاپیاں بھی توڑ مروڑ کر مسودات کے ڈھیر میں ملا دیں۔

کامل ایک سال کی قید و بند کے بعد جنوری ۱۹۲۳ء میں مولانا قید سے رہا ہوئے تو کاغذات کی واپسی کے لیے خط و کتابت شروع کی۔ ایک عرصے کی کوشش کے بعد کاغذات واپس بھی مل گئے، لیکن اس صورت میں کہ محض اوراق پریشان کا ایک انبار تھا۔ نصف سے زیادہ اوراق یا تو ضائع ہو چکے تھے یا اطراف سے پھٹے ہوئے اور پارہ پارہ تھے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"اب ترجمان القرآن کی ہستی اس کے سوا ممکن نہ تھی کہ از سر نو محنت کی جائے لیکن اس حادثے کے بعد طبیعت کچھ اس طرح افسردہ ہو گئی کہ ہر چند کوشش کی مگر ساتھ نہ دے سکی۔ میں نے محسوس کیا کہ حادثے کا زخم اتنا ہلکا نہیں ہے کہ فوراً مندمل ہو جائے ...... کئی سال گزر گئے مگر میں اپنے آپ کو اس کام کے لیے آمادہ نہ کر سکا۔

دل سرگشتہ دارم کہ در صحراست پنداری

بارہا ایسا ہوا کہ ترجمہ و تفسیر کے بچے کھچے اوراق نکالے لیکن جوں ہی برباد شدہ کاغذات پر نظر پڑی طبیعت کا انقباض تازہ ہوگیا اور دو چار صفحے لکھ کر چھوڑ دینا پڑا۔ لیکن ایک ایسے کام کی طرف سے جس کی نسبت میرا یقین تھا کہ مسلمانوں کے لیے وقت کا سب سے زیادہ ضروری کام ہے، ممکن نہ تھا کہ زیادہ عرصے تک طبیعت غافل رہتی جس قدر وقت گزرتا جاتا تھا اس کام کی ضرورت کا احساس میرے لیے ناقابلِ برداشت ہوتا جاتا تھا۔ میں محسوس کرتا تھا کہ اگر یہ کام مجھ سے انجام نہ پایا تو شاید عرصے تک اس کی انجام دہی کا کوئی سامان نہ ہو۔

۱۹۲۷ء کا قریب الاختتام تھا کہ اچانک مدتوں کی رکی ہوئی طبیعت میں جنبش ہوئی اور رشتہ کار کی جو گرہ ذہن و دماغ کی پیہم کوششیں نہ کھول سکی تھیں دل کے جوششِ بے اختیار سے خود بخود کھل گئی۔ کام شروع کیا تو ابتدا میں چند دنوں تک طبیعت رکی رکی رہی لیکن جونہی ذوق و فکر کے دو چار جام گردش میں آئے طبیعت کی ساری رکاوٹیں دور ہوگئیں اور پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا گویا اس شورش کدہ مستی میں افسردگی و خمار آلودگی کا کبھی گزر ہی نہیں ہوا تھا۔

.... بہرحال کام شروع ہوگیا اور اس خیال سے کہ سورہ فاتحہ کی تفسیر ترجمہ کے لیے ضروری تھی، سب سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ پھر ترجمہ کی ترتیب شروع کی۔ حالات اب بھی موافق نہ تھے۔ صحت روز بروز کمزور ہو رہی تھی۔ سیاسی مشغولیت کی آلودگیاں بدستور دخل انداز تھیں تاہم کام کا سلسلہ کم و بیش جاری رہا اور ۲۰ جولائی ۱۹۳۰ء کو آخری سورہ کے ترجمہ و ترتیب سے فارغ ہوگیا۔

"تا دست ہم بود زدم چاک گریباں! شرمندگی از خرقہ پشمینہ ندارم" لہ

یہ تو تفسیر و ترجمہ کی تالیف و ترتیب کی مجمل سرگزشت تھی۔ بعض اشارے مقدمہ تفسیر کے بارے میں بھی آئے ہیں۔ آئندہ صحبت میں تفسیر، ترجمہ، اور مقدمۂ تفسیر تینوں کتابوں کی ترتیب کے بارے میں الگ الگ چند ضروری باتیں بیان کروں گا۔